3

قادیان کے الیکشن میں مردوں نے عورتوں کے مقابلہ میں آدھا کام بھی نہیں کیا

(فرمودہ 8 فروری 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

" آج مَیں ایک ایسے امر کے متعلق جو بظاہر دنیوی معلوم ہوتا ہے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ دوستوں کو معلوم ہے کہ آجکل پنجاب اسمبلی کے الیکشن شروع ہیں اور بعض احمدی دوست بھی بطور امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔ جن جن حالات میں اور جس جس پارٹی کے متعلق ہم نے مناسب سمجھا اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ بعض جگہ ہم نے مسلم لیگ کی مدد کی ہے اور بعض جگہ یونینسٹ (Unionist) پارٹی کی مدد کی۔ اس وقت مناسب نہیں کہ ان حالات کا مفصّل طور پر ذکر کیا جائے کیونکہ اگر اس وقت تفصیل کے ساتھ ان باتوں کا ذکر کیا جائے تو ان پارٹیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ الیکشن کے بعد جس وقت نقصان کا اندیشہ نہ رہے گا اس وقت ان حالات کو تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ اگر اب ان حالات کو بیان کیا جائے تو بہت سے اختلافات پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ کشمیر ایجی ٹیشن کے وقت ہم نے جو خدمات کیں ان کا ریکارڈ موجود ہے لیکن بعد میں انہی لوگوں میں سے جو ہم سے امداد اور مشورہ لیتے تھے اور ایک حد تک اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ بعض ایسے بدل گئے کہ انہوں نے اپنے علاقوں میں یہ بحث شروع کر دی کہ احمدیوں کو کشمیر کی انجمنوں میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

اس وقت کئی لوگ میرے پاس آئے جن میں سے بعض احمدی بھی تھے کہ آپ بھی ان کے اسرار جو آپ کے پاس ہیں ظاہر کر دیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ احمدیوں سے کتنی امداد لیتے رہے ہیں اور اب کس طرح احسان فراموشی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ لیکن مَیں نے ان کو جواب دیا کہ جب تک وہ براہ راست ہماری خدمات کا انکار نہ کریں مَیں ان کے اسرار کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس دوران میں بعض آدمیوں نے اعلان کر دیا کہ احمدیوں نے ہماری کوئی مدد نہیں کی۔ تو مَیں نے بعض خطوط نکال کر اپنے دوستوں کو دے دیئے کہ یہ خطوط ان کے جواب میں شائع کر دو۔ مگر بعض ایسے تھے جنہوں نے براہ راست کوئی ایسی بات نہیں کہی اس لئے مَیں نے ان میں سے کسی کے خطوط ظاہر نہیں کئے۔ اور بعض آج تک ہمارے پاس محفوظ ہیں کیونکہ مَیں سمجھتا ہوں یہ بات وفاداری کے خلاف ہے۔ اگر وہ شرافت کے معیار سے گر گئے ہیں تو ہمیں ان کی نقل نہیں کرنی چاہئے اور ہمیں شرافت کے معیار سے نہیں گرنا چاہئے۔ اسی طرح اب بھی بعض سے گفتگوئیں ہوئی ہیں اور بعض سے تحریریں لی گئی ہیں لیکن وہی لوگ اب طرح طرح کی مخالفتیں کر رہے ہیں۔ مَیں ان تمام باتوں کے باوجود الیکشن کے دوران میں کسی کے متعلق کوئی بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا اور نہ سلسلہ کے کسی کارکن کو اس بات کی اجازت دیتا ہوں۔ بے شک وہ ہم پر اعتراض کرتے جائیں، ہمیں بُرا بھلا کہتے رہیں کہ ایسے نالائقوں سے کسی نے کیا مدد لینی ہے۔ کوئی عقل مند ایسے گردن زدنیوں سے مدد لینے کی کب خواہش رکھتا ہے مگر چونکہ اس وقت الیکشن میں ایسے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس لئے مَیں ان کے متعلق باوجود ان کی مخالفت کے کسی قسم کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ایک حصہ ایسا بھی ہے جو ہماری جماعت سے اچھے تعلقات رکھتا ہے اور وہ احسان اور نیکی کی قدر کو جانتا ہے اس کے متعلق ہمیں کوئی شکایت نہیں۔

اس کے بعد مَیں آج جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ قادیان میں الیکشن ختم ہو چکا ہے اور جو کچھ کیا جا سکتا تھا یا جو کچھ کیا جا سکا ہے وہ سب ہو چکا ہے۔ اور جو بھی کمی کوشش میں رہ گئی ہے اب اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا لیکن جو جد و جہد بھی ہوئی ہے اس کا میرے دل پر اثر پڑا ہے کہ مردوں نے عورتوں سے آدھا کام بھی نہیں کیا۔ اور مجھے اس بات کا

بہت افسوس ہے کہ قادیان کے مردوں نے اعلیٰ نمونہ قربانی کا پیش نہیں کیا۔ الیکشن کے پہلے ہی دن ستاسی سے لے کر ایک سو پچاسی تک ایسے آدمی ووٹ دینے کے لئے نہ آئے جو یہاں موجود تھے۔ مگر اپنے کسی کام کے لئے اِدھر اُدھر چلے گئے اور پھر وہ واپس وقت پر نہ پہنچے۔ خلیل احمد صاحب ناصر جو واقف زندگی ہیں، قادیان کے الیکشن کے انچارج تھے اور ان کے سپرد یہ کام کیا گیا تھا لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس بارہ میں غفلت سے کام لیا۔ ایسی غفلت اور سستی سے کہ ایک واقف سے اس کا ہزارواں حصہ بھی سستی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ جب پہلے دن میں نے پوچھا تو اس وقت تک ایسے نقشے بھی تیار نہیں تھے جن سے یہ پتہ لگ سکے کہ کتنے آدمی حاضر ہیں، کتنے غیر حاضر ہیں، کتنے فوت شدہ ہیں، کتنے باہر ہیں جن کے آنے کی امید ہے اور کتنے ایسے ہیں جن کے آنے کی کوئی امید نہیں۔ مجھے جب وہ ملے اور مَیں نے ان سے پوچھا کہ ووٹوں میں اتنی غیر معمولی کمی کی وجہ کیا ہے؟ مجھے نقشہ لا کر دکھاؤ۔ تو انہوں نے کہا مَیں نقشہ لا کر دکھاتا ہوں۔ پھر وہ گئے اور ایسے گئے کہ رات بھی گزر گئی اور اگلا دن بھی گزر گیا اور دوسرے دن شام کو نقشہ میرے پاس لائے اور وہ بھی آئندہ الیکشن کے متعلق اور وہ بھی ناقص۔ چنانچہ ان کے حساب کے رو سے تین سو ووٹر گزر سکتا تھا مگر جب میاں بشیر احمد صاحب نے سب محلوں کے پریذیڈنٹوں کو بلا کر ساری رات بیٹھ کر نقشہ تیار کروایا تو پانچ سَو سے اوپر ووٹ موجود تھا اور وہ گزر بھی گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ نقشہ ان کے پاس تیار نہ تھا۔ میرے پوچھنے پر وہ نقشہ تیار کیا گیا اور پھر وہ نقشہ اس دن کا تھا جس دن کا پولنگ(Polling) ابھی ہوُا نہ تھا۔ اور گزشتہ پولنگ(Polling) کا نقشہ پھر بھی تیار نہ ہوُا تھا بلکہ جب مَیں نے اس طرف توجہ دلائی تو کہا گیا کہ وہ الیکشن کے بعد بنا دیا جائے گا۔ بھلا الیکشن کے بعد اس نقشہ کے تیار کرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ کہتے ہیں

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلّۂ خود باید

کہ وہ گھونسہ جو جنگ کے بعد یاد آئے اپنے منہ پر مارنا چاہئے یعنی اگر بعد میں خیال آئے کہ مَیں دشمن کے فلاں جگہ گھونسہ مارتا تو وہ ہار جاتا تو ایسی صورت میں وہ گھونسہ خود اپنے کلّہ پر مارنا چاہئے کہ کیوں اسے وہ تجویز وقت پر نہیں سُوجھی۔ لیکن مردوں کے مقابلہ میں

عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ گو حساب نہ جاننے کی وجہ سے ان سے بعض غلطیاں ہوئیں لیکن ان کا مجھے وقت پر پتہ لگ گیا اور مَیں نے ان غلطیوں کو دور کرنے کے متعلق ہدایات دے دیں۔ جن کے مطابق انہوں نے نہایت تن دہی اور محنت سے کام کیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آجائے۔ اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقع پر مظاہرہ کیا ہے تو ہماری فتح کا دن بہت ہی قریب آجائے۔ عورتوں نے اس دیوانگی سے کام کیا ہے کہ ان میں سے بعض کی شکلیں تک پہچانی نہیں جاتیں۔ انہوں نے کھانے کی پروا نہیں کی، انہوں نے سونے کی پروا نہیں کی، انہوں نے آرام کی پروا نہیں کی اور ایسی محنت سے کام کیا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں ان میں سے کسی کا تین سیر، کسی کا چار سیر اور کسی کا پانچ سیر وزن کم ہو گیا ہے۔ مگر مردوں نے عورتوں کے مقابل پر بہت کم کام کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی ذلیل کام کیا ہے۔ اور دفتر امور عامہ نے تو ایسے رنگ میں کام کیا ہے کہ گویا اس نے سلسلہ سے کوئی پرانی دشمنی نکالی ہے۔ ایک ہی کام کے متعلق محلہ کے پریذیڈنٹوں کو، خدام الاحمدیہ کے زعماء کو اور لجنہ اماء اللہ کو بِلا سوچے سمجھے اندھا دھند چٹھیاں لکھی گئیں اور اس سے گڑبڑ پیدا ہو گئی۔ پھر عملی کام کی طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی۔ اگر دفتر امور عامہ صحیح طور پر کام کرتا تو میرے نزدیک پندرہ سو ووٹ نیا بن سکتا تھا جو سستی کی وجہ سے نہیں بنایا گیا۔ اور پھر ایک کافی تعداد ایسے ناموں کی بھی ہے جو بالکل غلط طور پر چھَپے ہیں۔ قادیان میں چار ہزار آٹھ سو ووٹوں میں سے تین ہزار چھ سو ووٹ گزرا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ بارہ سو ووٹ ایسے ہیں جو ردّ کی گئے ہیں۔ مجھے قادیان کے چار ہزار آٹھ سو ووٹ بتائے گئے تھے اور میرا اندازہ پانچ ساڑھے پانچ ہزار کا تھا لیکن مَیں نے سمجھا کہ چار ہزار آٹھ سو ووٹ مجھے اس لحاظ سے بتائے گئے ہیں کہ فوجیوں کے ووٹ اس کے علاوہ ہیں۔ اس وجہ سے مجھے کُریدنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ فوجیوں کے ووٹ بھی اس چار ہزار آٹھ سو میں شامل ہیں تو مَیں ووٹوں کی کمی کی وجہ دریافت کرتا۔ میرے نزدیک قادیان میں چھ ہزار کے قریب ووٹ تھے جس میں سے چار ہزار آٹھ سو ووٹ بنوایا گیا اور

اس میں سے تین ہزار چھ سو کے قریب گزرا اور اس طرح بارہ سو کے قریب ووٹ ضائع گیا۔ اور ایک ہزار سے زائد کے ووٹ بنوائے ہی نہیں گئے حالانکہ ایک ہزار ووٹ کوئی معمولی چیز نہیں۔ بعض علاقوں میں ہمارے آدمی پندرہ پندرہ دن تک دَوڑ دھوپ کرتے رہے اور موٹریں اور لاریاں کام کرتی رہیں مگر باوجود اتنی دوڑ دھوپ کے سو ووٹ بھی نہیں ملے۔ پس یہ ایک ہزار ووٹ جو ضائع ہوا ہے دفتر امور عامہ کی غفلت اور کوتاہی سے ہوا ہے بلکہ میرے نزدیک ایک ہزار سے بھی زائد ووٹ تھا جو ضائع ہوا۔ مجھے کثرت سے مردوں اور عورتوں کی طرف سے اطلاعات موصول ہوئی ہیں کہ ان کے گھروں میں بہت سے ووٹ رہ گئے ہیں۔ ایک دوست جن کا مکان یہاں ہے اور وہ خود آجکل دہلی میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ ہمارے گھر کے چھ ووٹ تھے۔ ان میں سے صرف دو امور عامہ نے بنائے ہیں۔ ایک اور دوست نے بتایا ہے کہ ہمارے گھر کے چار ووٹ تھے ان میں سے صرف ایک ووٹ بنا ہے۔ اسی طرح ایک دوست نے بتایا کہ ہمارے گھر میں چار ووٹ بن سکتے تھے لیکن صرف ایک بنا ہے۔ پس قادیان میں بارہ سو کے قریب ووٹ رہ گئے ہیں۔ اگر پوری محنت اور کوشش سے کام لیا جاتا تو قادیان سے ہی چھ ہزار ووٹ بن سکتے تھے۔ اور بعض ووٹ اس وجہ سے ضائع گئے ہیں کہ ان کے لکھنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔ بعض جگہ زوجہ کی بجائے دختر لکھا گیا ہے اور دختر کی بجائے زوجہ لکھا گیا ہے۔ قانوناً تو یہ جائز ہے کہ اگر ووٹر کا نام یا ولدیت وغیرہ کسی قدر غلط چھپ گئی ہو تو وہ ووٹ دے سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن دختر کے لئے یہ کہنا کتنا مشکل ہے کہ وہ اپنے باپ کی زوجہ ہے۔ یا زوجہ کے لئے یہ کہنا کتنا مشکل ہے کہ مَیں فلاں کی لڑکی ہوں۔ اگر کوئی عورت ایسا کہے تو اس کا مذاق تو بہرحال بن جائے گا مگر قانوناً اس پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اس کی غلطی نہیں بلکہ لکھنے والے کی غلطی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ان غلطیوں میں گورنمنٹ اور دفتر امور عامہ کے کارکنوں کا قصور ہے کیونکہ انہوں نے فہرستیں توجہ سے تیار نہیں کیں۔ اوپر نیچے جب نام لکھے جاتے ہیں تو اس قسم کی غلطیاں عموماً واقع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً جب فہرست میں کوئی شخص یہ لکھتا چلا جائے کہ فلاں زوجہ فلاں، فلاں زوجہ فلاں، فلاں زوجہ فلاں، تو اس دوران میں اگر کسی کی دختر آجائے تو اسے بھی جلدی میں زوجہ ہی لکھ دے گا۔

یا کوئی شخص لکھتا جارہا ہے فلاں دختر فلاں، فلاں دختر فلاں، فلاں دختر فلاں۔ درمیان میں آگیا کہ فلاں زوجہ فلاں تو اسے بھی عادت کی وجہ سے دختر ہی لکھ دے گا۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب انسان ایک ہی رنگ میں کوئی بات لکھتا چلا جائے اور درمیان میں کوئی اَور بات آجائے تو اسے بھی وہ پہلی چیز کی ذیل میں شمار کرلیتا ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے دفتر امور عامہ والوں نے ستائیس آدمیوں کی ایک فہرست بنائی کہ فلاں لیگی اور فلاں یونینسٹ کی مدد کرنے کا جماعت نے فیصلہ کیا ہے۔ وہ فہرست پہلے امور عامہ کے کلرک نے تیار کی پھر اسے سپرنٹنڈنٹ نے دیکھا پھر اسے ناظر امور عامہ نے چیک کیا۔ اس کے بعد وہ میرے پاس آئی تو مَیں نے اس میں تین غلطیاں نکالیں۔ کسی جگہ مسلم لیگی کو یونینسٹ لکھا تھا اور کسی جگہ یونینسٹ کو مسلم لیگی لکھ دیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اوپر سے لکھتے چلے آئے کہ فلاں لیگی، فلاں لیگی اور درمیان میں جب ایک یونینسٹ آیا تو اسے بھی لیگی لکھ دیا گیا۔ اسی طرح جب اوپر سے لکھتے آئے کہ فلاں یونینسٹ، فلاں یونینسٹ، فلاں یونینسٹ اور درمیان میں ایک مسلم لیگی کا نام آگیا تو اسے بھی یونینسٹ لکھ دیا۔ اب ستائیس آدمیوں کی فہرست تھی۔ تین آدمیوں نے اسے تیار کیا اور پھر بھی اس میں تین غلطیاں نکل آئیں۔ جب ستائیس آدمیوں کی فہرست میں سے تین غلطیاں نکل سکتی ہیں تو جہاں ہزاروں نام ہوں وہاں تو غلطی کا بہت زیادہ امکان ہے مگر پھر بھی ہمیں اپنے فائدہ کے لئے ان غلطیوں کو دور کرانے کی کوشش وقت پر کرنی چاہئے تھی۔ اگر ایسی کوشش ہوتی تو یقیناً ہمارا ووٹ چھتیس سو سے بہت زیادہ ہوتا۔ بہرحال امور عامہ نے اندازاً چوبیس سو ووٹ ضائع کئے ہیں اور کم سے کم دو ہزار ووٹ تو بہر صورت ضائع ہوا ہے۔ پس مجھے افسوس ہے کہ ہمارے مردوں نے قربانی کا وہ مظاہرہ نہیں کیا جو عورتوں نے کیا ہے۔ باہر کے لوگوں نے بھی قادیان کے لوگوں سے اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ باہر سے آنے والے دوست بہت لمبا سفر طے کرکے اور بڑی مشکل سے رخصت حاصل کرکے قادیان پہنچے اور ووٹ دیا۔ ان باہر سے آنے والے لوگوں کو جن میں سے کوئی سندھ سے، کوئی بمبئی سے، کوئی بہار سے، کوئی بنگال سے، کوئی صوبہ سرحد سے اور یا کسی مختلف علاقہ جات پنجاب سے آئے تھے فریق مخالف پر بھی اور پولنگ آفیسرز پر بھی بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اور جو قربانی عورتوں نے کی اس کا بھی دیکھنے

والوں اور فریق مخالف کے نمائندوں اور پولنگ آفیسرز پر بہت ہی گہرا اثر پڑا ہے۔ جو عورتیں پولنگ آفیسر کی امداد کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے آئی تھیں وہ اس قدر متاثر ہوئیں کہ ان کے یہ الفاظ تھے کہ ہم نہیں سمجھ سکتیں کہ یہ جماعت کیسی ہے اور اس میں قربانی کی یہ روح کیسے پیدا ہو گئی ہے۔ بعض عورتیں ایسی حالت میں ووٹ دینے کے لئے آئیں کہ ان کو بچہ ہونے والا تھا اور دردِ زہ شروع تھا۔ بعض ایسی تکلیف کی حالت میں آئیں کہ ووٹ دیتے ہی وہ بے ہوش ہو گئیں۔ بعض ایسی تھیں کہ ان کو بچہ ہوئے صرف بارہ گھنٹے گزرے تھے کہ وہ اسی حالت میں سٹریچر (Stretcher) پر لیٹ کر ووٹ دینے کے لئے آ گئیں۔ ایک واقعہ ہو تو انسان اسے نظر انداز کر سکتا ہے مگر یہاں تو ایک درجن سے زائد ایسی عورتیں تھیں کہ بعض کو دردِ زہ لگی ہوئی تھی اور وہ ووٹ دینے کے لئے آ گئیں۔ اور بعض ایسی تھیں کہ ان کو بچہ ہوئے چند گھنٹے گزرے تھے اور وہ ووٹ دینے کے لئے آ گئیں اور بعض عورتیں ایسی بیماری کی حالت میں ووٹ دینے کے لئے آئیں کہ وہ بیٹھ بھی نہ سکتی تھیں۔ ان کو ڈولی میں لایا گیا اور ایک رشتہ دار نے دائیں طرف سے اور دوسرے نے بائیں طرف سے ان کو پکڑا ہوا تھا کہ کہیں گر نہ پڑیں۔ ایک درجن سے زیادہ مثالیں اس قسم کی قربانی کی موجود ہیں اور اس قربانی کا اس قدر اثر تھا کہ وہ عورتیں جو مخالف پارٹی کی طرف سے بطور ایجنٹ کے تھیں وہ بھی عورتوں کی اس قربانی پر حیرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ مگر اس کے مقابل پر قادیان کے مردوں نے پہلے دن کم از کم ستاسی ووٹ ضائع کر دیئے اور وہ بجائے وقت پر پہنچ کر ووٹ دینے کے اِدھر اُدھر چلے گئے۔ ان کی نظر میں بے شک ان ووٹوں کی قیمت نہ ہو لیکن وہ شخص جس کی عقل صحیح طور پر کام کرتی ہو۔ وہ جانتا ہے کہ ان ووٹوں کی قیمت کئی ہزار کے برابر تھی۔ شاید یہ لوگ بٹالہ یا کسی گاؤں سے سودا وغیرہ خریدنے کے لئے چلے گئے اور اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھتے ہوئے انہوں نے وقت پر پہنچنے کی کوشش نہ کی۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے تو ان کا فرض تھا کہ مرتے یا جیتے بہر حال وقت پر قادیان پہنچ جاتے۔ مجھے افسوس ہے کہ ان لوگوں نے قومی بیداری کا ثبوت نہیں دیا۔ وہ شخص جس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے وہ اس کو ہر حالت میں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک احمدی دکاندار جن کا نام محمد اکرام ہے اور بھائی محمود احمد صاحب کی دکان کے ساتھ

ان کی دکان ہے وہ پہلے لاہور میں رہتے تھے۔ جب پہلا الیکشن ہؤا ہے اس وقت کانگرس نے الیکشنوں کا بائیکاٹ کر دیا تھا اور جو شخص ووٹ دینے کے لئے جاتا وہ اسے گالیاں دیتے، پتھر مارتے اور بُرا بھلا کہتے۔ جس کی وجہ سے لوگ ووٹ دینے سے رُک گئے۔ ان دنوں لاہور میں ہمارا غالباً ایک ہی ووٹ تھا۔ اب تو خدا تعالیٰ کے فضل سے لاہور میں ہمارے سینکڑوں ووٹ ہیں لیکن اس وقت صرف ایک ہی ووٹ تھا۔ اس وقت دو مسلمان امیدوار کھڑے ہوئے تھے۔ ایک ملک برکت علی صاحب ایڈووکیٹ اور ان کے مقابلہ پر محرم علی صاحب چشتی۔ چشتی صاحب مرزا سلطان احمد صاحب کے دوست تھے۔ لیکن سلسلہ سے بہت عِناد اور تعصب رکھتے تھے لیکن غالباً مرزا سلطان احمد صاحب کی سفارش پر جماعت نے ان کو ووٹ دینے کا فیصلہ کیا۔ جب کانگرسیوں کی طرف سے پتھر پڑے اور گالیاں دی گئیں تو سب ووٹر بھاگ گئے۔ اس وقت سارے الیکشن میں غالباً صرف اسّی ووٹ گزرے تھے۔ اور وہ بھی ایسے جو غوغائیوں کے اجتماع سے پہلے وہاں چلے گئے تھے۔ اور جب یہ حالت ہو اُس وقت ایک ایک ووٹ بھی بہت بڑی قیمت رکھتا ہے۔ جب یہ کانگرسی سب لوگوں کو ووٹ دینے سے روک رہے تھے۔ شیخ محمد اکرام صاحب بھی اپنا ووٹ محرم علی صاحب چشتی کے حق میں دینے کے لئے گئے تو کانگرسیوں نے انہیں بھی گالیاں دینی شروع کیں۔ اور ان پر پتھر پھینکنے شروع کئے لیکن یہ بڑھتے گئے اور کہتے جاتے تھے کہ مجھے تو اپنے امام کا حکم ہے اس لئے مَیں نے ووٹ ضرور دینا ہے۔ یہ چلے جا رہے تھے کہ ان کے ایک پتھر لگا اور اس پتھر کے لگنے کی وجہ سے خون بہنے لگا لیکن یہ گزرتے چلے گئے اور یہی کہتے گئے کہ مجھے تو اپنے امام کا حکم ہے اس لئے مَیں نے ضرور جانا ہے۔ آخر پتھر مارنے والوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ احمدی ہے اس نے تو ضرور جانا ہے۔ یہ رُکے گا نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس بات کا محرم علی صاحب چشتی پر اس قدر اثر ہؤا کہ وہ بعد میں کہا کرتے تھے کہ مَیں تو اس ایک ووٹ کی وجہ سے احمدیت کا قائل ہو گیا ہوں۔ اور مَیں مانتا ہوں کہ جو قربانی اس جماعت کے افراد میں پائی جاتی ہے وہ دوسرے لوگوں میں نہیں۔ حتّٰی کہ جب الیکشن پٹیشن ہوئی اور مجھے گواہ کے طور پر بلایا گیا تو انہوں نے عدالت میں میرے سامنے اس خیال کا اظہار کیا کہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ ایک شخص کو گالیاں دی جائیں، پتھر مارے جائیں

لیکن وہ یہی کہتا چلا جائے کہ مَیں نے ووٹ ضرور دینا ہے کیونکہ مجھے میرے امام کا حکم ہے کہ فلاں شخص کو ووٹ دو۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باہر سے آنے والے دوستوں نے بھی قربانی کی ہے اور بعض کی قربانی واقع میں حیران کُن ہے۔ بعض دوست پونا سے ووٹ دینے کے لئے آئے، بعض کراچی اور بمبئی سے ووٹ دینے کے لئے آئے۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ قادیان کے مردوں نے قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش نہیں کیا۔☆

شاید لوگ سمجھتے ہوں کہ یہ دنیوی کام ہے اور دنیوی کاموں کے لئے قربانی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، قربانی تو دین کے لئے ہوتی ہے۔ مَیں ایسے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہمارے راستہ میں آجکل قرآن کریم کی آیات پڑھ کر روکیں ڈالی جاتی ہیں یا حدیث کے غلط معنے کر کے ہمارے راستہ میں روکیں ڈالی جاتی ہیں؟ ہمارے راستہ میں تو پبلک یا گورنمنٹ کے افسروں کو برانگیختہ کر کے روکیں پیدا کی جاتی ہیں اور دشمن اپنے منصوبوں کے ذریعے حکومت کے افسروں کو ساتھ ملا کر ہمارے مقاصد سے ہمیں دور رکھنا چاہتے ہیں۔ پس اگر گورنمنٹ میں ہمارے نمائندے موجود ہوں جو ہماری آواز کو بلند کریں۔ تو یہ روکیں کم ہونی شروع ہو جائیں گی۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آجکل دشمن کس راستہ سے حملہ کرتا ہے۔ جس راستہ سے وہ حملہ کرے اسے مسدود کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ جو حق گورنمنٹ ہمیں خود دیتی ہے اس کو نہ لیا جائے۔

قادیان سے بعض مُخْرَجِیْن نے ایک اشتہار نکالا ہے جس کے پڑھنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے مخلص احمدی نے اسے شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں انہوں نے یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو سیاست میں حصہ لینے سے منع

☆ گو بعد کے دو دنوں میں اس کی تلافی انہوں نے کی اور سید محمود اللہ شاہ صاحب اور ان کے عملہ اور طلباء نے عورتوں کے انتظام میں جس قدر مردوں کی امداد کی ضرورت تھی اسے پورا کیا۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ لیکن میرے دل پر پہلے دن کے پولنگ کے نقص اور ووٹوں کی تیاری کے نقص کا بہت اثر ہے۔

فرمایا ہے۔ اس لئے احمدیوں کو الیکشن میں حصہ نہیں لینا چاہئے کیونکہ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے خلاف ہے۔ اگر یہ بات درست ہے جو اس میں لکھی گئی ہے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ کل کو خدا تعالیٰ کے فضل سے جب کسی ملک کے سب لوگ احمدی ہو جائیں تو احمدی علماء فتویٰ دے دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنی جماعت کو سیاست میں حصہ لینے سے منع کیا ہوُا ہے اس لئے کوئی احمدی بادشاہ نہیں ہو سکتا نہ وزیر ہو سکتا ہے، نہ کوئی پارلیمنٹ کا ممبر ہو سکتا ہے۔ اس لئے باہر کے کسی ملک سے ہندو یا عیسائی منگوائے جائیں جو آ کر احمدیوں کے ملک پر حکومت کریں۔ خود احمدیوں کو سیاست میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ کیا کوئی عقل مند اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی منشاء تھا؟

اصل بات یہ ہے کہ جب حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں تھی تو ان کی مرضی تھی کہ وہ کسی کو اس کا کچھ حصہ دیں یا نہ دیں۔ اگر بغیر ان کی رضامندی کے زور اور سختی کے ساتھ مطالبہ کیا جاتا تو ٹکراؤ ہو جاتا۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو روکا کہ یہ مناسب نہیں کہ حکومت سے ٹکراؤ پیدا کیا جائے کہ اس سے تبلیغ کی طرف سے توجہ ہٹتی ہے جو ہمارا اصل مقصد ہے۔ لیکن اب صورتِ حالات اَور ہے۔ اب انگریز خود کہتے ہیں کہ حکومت تم سنبھال لو اور جتنا کسی کا کوئی حصہ نکلتا ہے وہ اپنا حصہ ہم سے لے لے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات سے منع فرمایا کہ اگر انگریز تمہیں کوئی چیز دینا بھی چاہیں تو تم لینے سے انکار کر دینا۔ بہر حال پہلے حالات اور آج کے حالات مختلف ہیں۔ اس وقت انگریز کہتے تھے کہ ہم ہندوستان کے حاکم اور بادشاہ ہیں لیکن آج انگریز کہتے ہیں کہ ہندوستانی ہی ہندوستان کے حاکم اور بادشاہ ہیں۔ اور جب صورتِ حالات یہ ہے تو ہمارا اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرنا سیاست میں حصہ لینا نہیں ہے بلکہ اپنے اس حصہ کو لینے کی کوشش کرنا ہے جس کو دینے کے لئے خود انگریز تیار ہے۔ فرض کرو کہ ملک میں یہ تحریک پیدا ہو جائے کہ گورنمنٹ کی زمینیں چھین لو تو ہم کہیں گے یہ سیاست ہے۔ ہماری جماعت کو اس میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ لیکن اگر گورنمنٹ خود کہے کہ اتنے مربعے ہیں اور یہاں کے لوگ

انہیں بانٹ لیں تو ہم اپنا حصہ ضرور لیں گے اس وقت کوئی شخص ہمیں اپنے حق سے محروم نہیں کر سکے گا۔ یا فرض کرو ایک کارخانہ کے مزدور اس وجہ سے سٹرائک کر دیں کہ کارخانہ کا مالک انہیں روپیہ کی بجائے سَوا روپیہ یومیہ مزدوری نہیں دیتا تو ہم احمدیوں کو سٹرائیک کرنے سے روکیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ لیکن اگر کارخانہ کا مالک خود ہی ان کو روپیہ کی بجائے سَوا روپیہ یومیہ مزدوری دینا چاہے تو کوئی احمدی بھی ایسا نہ ہوگا جو انہیں روکے کہ روپیہ کی بجائے سَوا روپیہ تم نہ لو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں انگریز ملک پر قابض تھے اور وہ حکومت کا کوئی حصہ بھی ہندوستانیوں کو نہیں دیتے تھے۔ ایسی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیاست میں حصہ لینے سے منع فرمایا کہ تم اپنی توجہ دین کی طرف رکھو اور ان مطالبات کے پیچھے پڑ کر اپنی توجہ دوسری طرف مت پھیرو۔ لیکن اب جبکہ انگریز خود بلاتے ہیں کہ آؤ اور آکر اپنا حصہ لے لو تو ہم بھی اپنا حصہ لینے کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ اگر اپنا حق جو کہ مل رہا ہو لینے کو سیاست سمجھا جائے تو ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جہاد فرض نہ ہوا اور مدینہ آتے ہی آپ پر جہاد فرض ہو گیا۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ مکہ کے حالات اَور تھے اور مدینہ کے حالات اَور۔ مکہ میں آپ بطور رعایا کے تھے لیکن مدینہ میں آپ کی حیثیت ایک بادشاہ کی تھی۔ اسی طرح پہلے انگریز یہ کہتے تھے کہ ہندوستان کے حاکم ہم ہیں کسی دوسرے کا یہ کام نہیں کہ ہمارے معاملات میں دخل دے۔ لیکن اب حکومت کا اکثر حصہ انگریزوں نے ہندوستانیوں کو دے دیا ہے۔ پس ہم تو اپنے حصے کا تصفیہ کر رہے ہیں اور یہ چیز جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور بے شک یہ بظاہر دنیوی نظر آتی ہے لیکن جماعت کی مشکلات کو دور کرنے کے لئے بہت ہی ضروری چیز ہے۔

پس مردوں کا فرض تھا کہ قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اچھا نمونہ پیش نہیں کیا۔ آج ہی بعض کاموں کے لئے مَیں نے میاں بشیر احمد صاحب کو ایک کام کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے آدمی دن رات کام کرنے کی وجہ سے تھک کر چُور ہو چکے ہیں اور سائیکل بھی کوئی نہیں ملتا۔ اس میں شک نہیں کہ خود میاں بشیر احمد صاحب

اور قادیان کے بعض اَور دوست ان کے ساتھ رات کے تین تین بجے تک کام کرتے رہے ہیں اور اگر محلوں کے پریذیڈنٹ بھی ساتھ شامل کر لئے جائیں تو ان سب کی تعداد بیس پچیس کے قریب ہو جاتی ہے لیکن قادیان کی آبادی اس وقت بارہ ہزار کی ہے۔ اتنی آبادی میں سے صرف بیس پچیس آدمیوں کا کام کرنا سب کو بری نہیں کر دیتا۔ بے شک یہ بیس پچیس آدمی ایسے ہوں گے جو تھک کر چُور ہو گئے ہوں۔ باقی تو سب تر و تازہ ہیں۔ اگر ابھی سب کو قسم دے کر پوچھا جائے کہ جس جس نے الیکشن کے کام میں حصہ لیا ہے وہ کھڑا ہو جائے تو دس فیصدی لوگ بھی کھڑے نہیں ہوں گے۔ باقی سب لوگ ایسے ہی ہیں جو اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ یا دن کو الیکشن کا کام کیا تو رات کو آرام سے سو رہے۔ اس لئے وہ اگر سچے دل کے ساتھ کام کرنا چاہیں تو بخوبی کر سکتے ہیں۔ تھکاوٹ کا عذر ان کی طرف سے پیش نہیں ہو سکتا۔ پس مَیں دوستوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اصل کام آج سے شروع ہونے والا ہے اور اب وہ دن ہیں کہ بیرونجات میں دن رات ایک کر کے لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ تمام امیدواروں میں سے بہترین امیدوار چودھری فتح محمد صاحب ہی ہیں۔ ان کے بعد دوسرا مسلم لیگی ممبر ہے۔ لیکن چونکہ اس کی کامیابی کی امید کم ہے اس لئے بلحاظ مسلمان ہونے کے اور مسلمانوں کے صحیح خیالات کی ترجمانی کرنے کے چودھری صاحب سے بہتر امیدوار ان کو کوئی نہیں مل سکتا۔ دوسرے چودھری صاحب زمیندار ہیں اس لئے زمینداروں کے حالات سے وہ سب سے زیادہ آگاہ ہو سکتے ہیں۔ پھر مسلم لیگی ممبر کے ووٹوں میں دو تین ہزار کی کمی ہے جس کو پورا کرنا سخت مشکل امر ہے۔ چودھری صاحب کو اس وقت اَڑتالیس سو کے قریب ووٹ مل چکے ہیں اور میاں بدر محی الدین صاحب کو بتیس سَو کے قریب اور لیگی امیدوار کو ساڑھے بائیس سو کے قریب۔ گویا اگر مسلم لیگ والے اپنے ممبر کو کامیاب بنانا چاہیں تو انہیں یہ ستائیس سو کا فرق پورا کر کے پھر اتنا ہی ووٹ اَور حاصل کرنا ہو گا جو ایک امر محال ہے۔ اس لئے لیگ والوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ بجائے اپنے آدمی کو کامیاب بنانے کے ایسے آدمی کی مدد کریں جو ان کا ہم خیال ہے اور مسلم لیگ کے مقاصد سے دلچسپی رکھتا ہے۔ لیکن اگر اس کے بر خلاف وہ میاں بدر محی الدین صاحب کو کوئی موقع کامیاب ہونے کا دیں تو ان سے ضلع کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس سے پہلے

بھی وہ ایک عرصہ تک ممبر رہ چکے ہیں مگر انہوں نے اس ضلع کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ پس بجائے اس کے کہ مسلم لیگی لوگ اس فرق کو پورا کرنے کی کوشش کریں انہیں چودھری صاحب کی مدد کرنی چاہئے کیونکہ وہ قریباً دو ہزار ووٹ میاں بدر محی الدین صاحب سے زیادہ حاصل کر چکے ہیں اور ان کی کامیابی کی امید بہت زیادہ ہے بہ نسبت مسلم لیگی ممبر کے۔ اسی طرح وہ لوگ جن کی اِرد گرد کے گاؤں میں جہاں پولنگ ہو رہا ہے واقفیت ہو یا رشتہ داری ہو تو انہیں بھی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ووٹ چودھری صاحب کے لئے حاصل کریں۔ پھر دَوڑ بھاگ کے لئے بہت سے سائیکلسٹوں کی ضرورت ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بھی قادیان میں ایک سَو سے زائد سائیکل ہوں گے۔ تین چار سال ہوئے کہ مَیں نے قادیان کے سائیکلوں کا اندازہ کرایا تھا اس وقت قادیان میں سائیکلوں کی تعداد تین چار سو کے قریب تھی۔ پس اگر دوست قومی مفاد کی اہمیت کو سمجھیں تو آج ہی سو آدمی ایسا مل سکتا ہے جو سائیکلوں کے ساتھ مختلف مقامات پر یہ تمام خدمات سرانجام دینے کے لئے چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [1] مومن ہر چیز میں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تا کہ وہ چیز پاک ہو جائے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنا زیور غریب عورتوں کو پہننے کے لئے دیتی ہے تو اس زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس کا غریبوں کو دینا ہی زکوٰۃ ہے۔ یا جو شخص اپنی سواری کا گھوڑا کسی غریب کو سواری کے لئے دیتا رہے یا خدا کی راہ میں اس پر سفر کرتا رہے تو وہی اس کے مال کو پاک کرنے کا موجب ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے روپے میں سے غریبوں کو کچھ حصہ دیتا ہے وہ اپنے روپے کو پاک کرتا ہے۔ کیا تم باقی سب چیزوں کو تو پاکیزہ اور حلال رکھنا پسند کرتے ہو لیکن سائیکل کو پاک کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں؟ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری روٹی حلال ہو، تمہارا روپیہ حلال ہو، تمہارا کپڑا حلال اور پاکیزہ ہو تو کیا وجہ ہے کہ تم اپنے سائیکل کا حلال اور پاکیزہ ہونا پسند نہیں کرتے۔ سائیکل کی زکوٰۃ یہی ہے کہ اسے بوقت ضرورت دینی اور ملی خدمات کے لئے دیا جائے۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو یقیناً سمجھ لو کہ جتنی دیر تم اس سائیکل پر سوار ہو گے تم ایک حرام چیز سے کام لے رہے ہو گے۔

پس مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان باقی چار پانچ دنوں میں بے انتہا آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اگر اس وقت قربانی نہ کی گئی تو جماعت کو بہت بڑی ندامت کا سامنا ہو گا۔ ہمیں سائیکلوں کی ضرورت ہے اور سائیکل سواروں کی ضرورت ہے اور جن کے پاس سائیکل نہ ہوں لیکن ان کی قوم کے آدمی ان علاقوں میں ہوں جن میں پولنگ ہو رہا ہے اور وہ سمجھتے ہوں کہ وہ اپنی قوم کے آدمیوں پر اثر ڈال لیں گے تو انہیں بھی اپنے نام پیش کرنے چاہئیں۔ مَیں اس معاملہ میں کسی کو حکم نہیں دیتا۔ صرف اہمیت بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں اور ان امور کی اہمیت بیان کرنا میرا فرض ہے۔ ابھی سری گوبند پور، فتح گڑھ چوڑیاں اور ڈیرہ بابا نانک میں پولنگ باقی ہے۔ جن دوستوں کی وہاں رشتہ داریاں ہوں انہیں بھی اپنے ناموں سے اطلاع دینی چاہئے یا ایسے لوگ جو سمجھتے ہوں کہ ہمارے اندر یہ ملکہ ہے کہ ہم لوگوں پر اثر ڈا ل لیں گے اور انہیں اپنی بات منوالیں گے۔ ان کو بھی اپنے نام لکھوا دینے چاہئیں۔

عورتوں سے تو پہلے ہی تم پھسڈّی 2 نکلے ہو۔ اب کوشش کر کے ان کے برابر تو ہو جاؤ۔ امیر تیمور نے ایک دفعہ مولویوں کو عورتوں سے پیچھے جگہ دی۔ جب انہوں نے کچھ کہنا چاہاتو اس نے کہا کہ تم عورتوں سے بھی پیچھے ہو چکے ہو اس لئے تمہیں جگہ بھی ان کے پیچھے ملے گی اسی طرح تم بھی اب عورتوں سے پیچھے رہ چکے ہو۔ کوشش کرو کہ ان دنوں میں اس کمی کو پورا کر کے ان کے برابر ہی ہو جاؤ کیونکہ اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ فضلیت تو تقدم حاصل کرنے والے کو ہوتی ہے۔ عورتوں نے الیکشن میں قربانی کر کے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کے اس ذکر کو ہمیشہ تازہ رکھا جائے اور بار بار جماعت کے سامنے اس واقعہ کو لایا جائے۔ انہوں نے بے نظیر قربانی اور نہایت اعلیٰ درجہ کی جان نثاری کا ثبوت دے کر ثابت کر دیا ہے کہ وہ مردوں سے قومی کاموں میں آگے نکل گئی ہیں۔ مردوں کو مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ قومی کاموں میں سست ہیں اور قومی قربانی کے مفہوم کو پورے طور پر نہیں سمجھتے۔ دین کے لئے قربانی کا ذکر آئے تو وہ اس کے لئے تیار نظر آتے ہیں لیکن قومی مفاد کو برقرار رکھنے کے لئے اگر کسی قربانی کا مطالبہ کیا جائے تو اس کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے۔ لوگوں کی اسی ذہنیت کی وجہ سے گورنمنٹ نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ کوئی شخص خدا کے غضب سے ڈرا کر ووٹ

حاصل نہیں کر سکتا۔ دوسرے مسلمانوں کو دیکھ لو۔ ان کو خدا تعالیٰ کے غضب اور دوزخ اور جہنم سے ڈرایا جائے تو کس قدر ان میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور اچھے کام کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن قومی مفاد کا نام لے کر ہزار شور مچاؤ ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ قوم تباہ ہو یا باقی رہے، قوم غلام بنے یا آزاد رہے، حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں جائے یا عیسائیوں کے ہاتھ میں، ملک کو نقصان ہو تو بے شک ہو وہ ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔ لیکن جب ان کو کہا جائے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن تمہیں جہنم میں ڈالے گا تو فوراً چوکس ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ حالانکہ دنیا میں ہزاروں کام ایسے ہیں جو دوزخ کے ڈر سے ہی نہیں کئے جاتے بلکہ کئی اور باتیں ان کاموں کی محرک ہوتی ہیں۔ کیا تمہیں روزانہ یہ نظارہ نظر نہیں آتا کہ تم دن میں بیسیوں کام کرتے ہو، کوئی کام خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کرتے ہو، کوئی کام ماں باپ کو خوش کرنے کے لئے کرتے ہو، کوئی کام بیوی کو خوش کرنے کے لئے کرتے ہو اور کوئی کام رشتہ داروں کو خوش کرنے کے لئے کرتے ہو۔ اسی طرح ہر شخص اپنے تعلق والوں کو خوش کرنے کے لئے مختلف قسم کے کام کرتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْهَا۔[3] انسان کے قلب میں اپنے محسن کے لئے محبت ڈال دی گئی ہے۔ کوئی شخص خدا تعالیٰ کو اپنا محسن سمجھ کر اس سے محبت کرتا ہے، کوئی رسول کو اپنا محسن سمجھ کر اس سے محبت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے خدا تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے مَیں کیوں نہ اس سے محبت کروں۔ خدا تعالیٰ کے رسول نے مجھ پر احسان کیا ہے مَیں کیوں نہ اس سے محبت کروں۔ میرے ماں باپ نے مجھ پر احسان کیا ہے مَیں کیوں نہ اس کی مدد کروں۔ میری ماں نے مجھ پر احسان کیا ہے مَیں کیوں نہ اس کی مدد کروں۔ میری بہن نے مجھ پر احسان کیا ہے مَیں کیوں نہ اس کی مدد کروں۔ میرے دوستوں نے مجھ پر احسانات کئے ہیں مَیں کیوں نہ ان کی مدد کروں۔ غرض مختلف قسم کے احسانات کی وجہ سے وہ ان کی مدد کرتا ہے۔ وہ یہ خدمتیں اور مددیں دوزخ سے بچنے کے لئے نہیں کرتا۔ تم دن اور رات میں جتنے کام کرتے ہو اگر ان کو گِننا شروع کرو تو دوزخ کے خوف کی وجہ سے تم نے زیادہ سے زیادہ آٹھ دس کام ہی کئے ہوں گے اور دوسرے تعلقات کی وجہ سے

بہت زیادہ کئے ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں بعض کام مستحب ہوتے ہیں اور بعض مباح مثلاً اگر تم نے کالا کوٹ نہ پہنا، اگر سبز کوٹ نہ پہنا، اگر زرد کوٹ نہ پہنا تو کیا تمہیں ان کے نہ پہننے کی وجہ سے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا؟ اگر نہیں تو پھر جب تم بازاروں میں پھرتے ہوئے کبھی ایک دکان پر جاتے ہو اور کہتے ہو کالے رنگ کا کپڑا کوٹ کے لئے چاہئے اور جب وہاں سے نہیں ملتا تو دوسری دکان پر جا کر پھر یہی کہتے ہو کہ کالے رنگ کا کپڑا چاہئے اور جب یہاں سے بھی نہیں ملتا تو تیسری دکان پر جاتے ہو اور کہتے ہو کالے رنگ کا کپڑا چاہئے۔ تو کس غرض سے مختلف دکانوں کا چکر کاٹتے ہو؟ صرف اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے۔ یا تمہاری بیوی کہتی ہے کہ مجھے پھول دار کپڑا یا نینون 4 کا دوپٹہ چاہئے اور تم سارے بازار میں پھول دار کپڑا اور نینون کا دوپٹہ ڈھونڈتے پھرتے ہو۔ کیا اگر تمہاری بیوی یہ کپڑے نہ پہنے تو خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ یا کیا تم اپنی بیوی کو جہنم سے بچانے کے لئے یہ کپڑے خریدتے ہو؟ نہیں۔ بلکہ اس لئے خریدتے ہو کہ یہ تمہاری بیوی کی خواہش ہے اور اسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے تم ہر دکان پر پھرتے ہو اور ان کپڑوں کو تلاش کرتے ہو۔ پھر کبھی تمہارا بچہ کہتا ہے کہ مجھے فلاں قسم کی مٹھائی چاہئے اور تم اس قسم کی مٹھائی خریدنے کے لئے بازار میں جاتے ہو۔ تم اِس لئے تو مٹھائی خریدنے نہیں جاتے کہ اگر نہ خریدی تو خدا اور رسول ناراض ہو گا بلکہ اِس لئے کہ تمہارے بچے نے خواہش کی تھی۔ اگر تم بچوں کے لئے قربانی کرتے ہو، اگر تم بھائیوں اور بہنوں کے لئے قربانی کرتے ہو، اگر تم ہمسایوں کے لئے قربانی کرتے ہو، اگر تم اپنے ماں باپ کے لئے قربانی کرتے ہو، اگر تم اپنے دوستوں کے لئے قربانی کرتے ہو تو اِس سے بڑھ کر تمہیں قوم کے لئے قربانی کرنی چاہئے۔ یہ قربانیاں ادنیٰ ہیں اور قوم کے لئے قربانی اعلیٰ ہے۔ بے شک سب سے بڑی قربانی خدا اور رسول کے لئے ہے مگر یہاں خدا اور رسول راستے میں حائل تو نہیں۔ یہ تو خدا اور اس کا رسول نہیں کہتا کہ اگر کام کیا تو دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ جہاں خدا اور رسول کچھ نہیں کہتے وہاں قومی کام سب سے مقدم ہوتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ جو چاہو کرو اور جس میں فائدہ ہے کرو تو پھر جس کام میں قومی فائدہ ہو وہ ہمیں کرنا چاہئے کیونکہ خدا اور رسول اس کے راستہ میں حائل نہیں۔ پس مَیں دوستوں کو وقت پر اطلاع دیتا ہوں۔

آج آٹھ تاریخ ہے اور تیرہ تاریخ تک ووٹنگ ہو گی۔ پانچ دن باقی ہیں۔ آج کا دن تو ضائع ہو گیا مگر ابھی وقت ہے۔ اب اِس میں ایک منٹ بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔ جن جن دوستوں کے دلوں میں خدمت کا جوش ہے وہ اپنے آپ کو پیش کریں اور جن جن کو خدا تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور اُن کے پاس سائیکلیں ہیں وہ اپنے سائیکل پیش کریں۔ اور اگر کوئی اَور سواری مثلاً گھوڑا وغیرہ اُن کے پاس ہے تو اسے پیش کریں تا آدمیوں اور سواروں کی جو کمی ہے وہ پوری ہو جائے۔" (الفضل 15 فروری 1946ء)

1: البقرۃ : 4

2: **پھسڈّی:** کم درجہ، ناقص، شکست خوردہ، پست

3: اَلْجَامِعُ الصَّغِیْر لِلسَّیُوْطِی صفحہ 218۔ مطبوعہ بیروت 2002ء

4: **نینون:** ایک قسم کا باریک سوتی کپڑا جس پر آنکھ کی مانند تارے تارے سے بنے ہوتے ہیں، پھول دار کپڑا